پروفیسر خالد شبیر احمد نائب صدر مجلس احرار اسلام پاکستان

احرار کا فکری اثاثہ

مجلس احرار اسلام، کا نام زبان پر آتے ہی فضا میں ارتعاش محسوس ہوتا ہے۔ دل، جذبۂ حریت کے تقدس میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ تصور وتخیل میں جرأت وحمیت، اکابرِ احرار کا طواف کرتی نظر آتی ہے دل و دماغ احرار میں سرنگوں ہو جاتے ہیں اور خیال، غیرت کا دامن تھامے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی سمت کشاں کشاں لے جاتا ہے کہ جن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اکابرِ احرار اور رضا کارانِ احرار نے سرزمین پاک و ہند پر اپنی قوتِ ایمانی سے جانفشانی، ایثار وقربانی کے وہ نقوش چھوڑے ہیں کہ رہتی دنیا تک یہ نقوش، اہل ایمان کے لئے مشعلِ راہ بن کر انہیں کچھ کر گزرنے پر اکساتے رہیں گے اور حق وصداقت پر مر مٹنے کا درس دیتے رہیں گے۔

زمانہ ہزار کروٹ بدل لے تاریخی تحریفیات اپنی مصلحتوں کا دل رکھنے کے لئے تاریخ کا چہرہ مسخ کرنے کی چاہے جتنی کوشش کر لے۔ یہ بات اپنی جگہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور انکار تو کیا انکار تصور بھی نہیں کر سکتا کہ احرار کا یہ قافلۂ اہل جنوں محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے جبر کی ہر قوت سے دیوانہ وار لڑ گیا۔ نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وقت سولی پر رقص کر گیا لیکن زمانے کی ستم رانیوں کے آگے سرنگوں نہ ہوا۔ سطوتِ فرنگ ان کے حریت پناہ ارادوں کو مسخر نہ کر سکی سیم وزر کی چمک ان کی عقابی نگاہوں کو خیرہ کرنے میں ناکام رہی۔ مصائب وآلام ان کے پرشکوہ عزائم کی تپش میں موم کیطرح پگھل گئے اور بالآخر یہ قافلۂ اہل جنوں وغیرت اپنی بے سروسامانیوں کے باوجود اپنی منزلِ مقصود یعنی آزادی کی منزل تک پہنچ کر ہی رکا۔ اس وطن کو آزادی سے ہمکنار کرنے کے لئے نہ جانے کتنے احرار رضا کاروں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ نہ جانے کتنی جوانیاں موت کی پرخار اور مہیب وادی سے گزرتی ہوئی راہ ابد پر روانہ ہو گئیں۔ قید وبند، تعزیر وسلاسل کے نہ جانے کتنے سلسلے راہ میں رکاوٹ بنے۔ لیکن یہ جانثارانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں احرار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اپنے مقصد کے حصول کے لئے سینہ سپر ہی رہے۔ اور اپنے مقدس خون سے وقت کی پیشانی پر یہ تحریر کر گئے۔

ہم زینتِ فسانۂ جاناں بنے رہے
جذب و جنوں عشق کا عنواں بنے رہے
زیرِ قدم رہا ہے حوادث کا سلسلہ
یوں جرأتوں کا شعلۂ براں بنے رہے

(مصنف)

احرار نے جہاں ایک طرف اپنی پوری قوت کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑی وہیں اس سرزمین پاک و ہند پر اسلام کے دفاع، مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ، عظمتِ اسلام کی پاسداری اور تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کے لئے بھی سردھڑ کی بازی لگا دی۔ جو عقیدت مجلس احرار اسلام کو من الحیث الجماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہے وہ فقید المثال

ہی نہیں لازوال بھی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس عقیدت و محبت سے منور ہیں۔ جس کی ایک ایک سطر عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے۔ ہر تحریک کے ہر مشکل موڑ پر احرار کو اپنے اللہ کی مدد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت ہی سہارا دیتی رہی۔ خود قادیانیت کے خلاف احرار کی بے مثال جنگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کی ایک لاجواب داستان بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اغیار کی یہ خواہش اور سازش کہ مسلمانوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ عقیدت و محبت ختم کر دیا جائے۔ ایک مسلمہ امر ہے۔ اسی طرح اس کے جواب میں مسلمانوں کا یہ فیصلہ بھی مسلمہ اور حتمی ہے کہ ہر مسلمان ہر ابتلاء کو خوش دلی کے ساتھ قبول تو کر سکتا ہے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت پر کوئی آنچ آئے، اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کہ یہی اساس دین، یہی تقاضۂ ایمان، یہی نتہائے عبادت و شہادت، یہی منشاء خدا، یہی رمز وفا، یہی ہماری آن، یہی اسلام کی شان ہے اسی منبع عقیدت سے اعمال و کردار کے وہ سوتے پھوٹتے ہیں جو دین اسلام کا مقصود و منتہاء اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کا سبب ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونہ رسیدی تمام بو لہبیست

احرار ایک جماعت بھی ہے اور ایک تحریک بھی ہے، تحریک انگریز اور ان کے حوالیوں موالیوں کے خلاف، تحریک میدان سیاست میں سیاسی مداریوں کے خلاف، مجبور انسانوں کی بے بسی کا مذاق اڑانے والوں کے خلاف، غریب انسانوں کے ارمانوں کا خون کر کے داد عیش و عشرت دینے والوں کے خلاف، ان سرمایہ پرستوں کے خلاف جن کے محلات میں گھی کے چراغ جلتے ہیں۔ مگر جو غریب کی کٹیا میں مٹی کا دیا جلتا نہیں دیکھ سکتے، جن کے کتے اطلس و کمخواب میں سوتے ہیں۔ لیکن جو غریب کی بیٹی کے سر پر دوپٹہ نہیں دیکھ سکتے، جو اپنے جوتے کی چمک کو برقرار رکھنے کے لئے غریب کے چہرے کی چمک اڑا لیتے ہیں۔ احرار ایک تحریک ہے وڈیروں، جاگیرداروں کے خلاف بھی جو انگریزی جبر و استبداد کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہے، اور ان کے مظالم پر تحسین و آفرین کے ڈونگرے برساتے رہے۔ احرار ایک تحریک ہے، ان روساء اور امراء کے خلاف جنہوں نے انگریز کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے وطن کے سرفروشوں کا مذاق اڑایا۔ انگریزی اقتدار کو رحمت خداوندی قرار دیا۔ جو انگریزی اقتدار کے استحکام کا باعث بن کر اپنی اس غداری پر ان سے جاگیریں حاصل کرتے رہے۔ ایسے تمام جاگیرداروں کا وجود اس دھرتی پر بوجھ ہے۔ یہ لوگ اپنی خصلت، اپنی ناپاک مساعی اور مکروہ فکر کے باعث قادیانیوں سے کم تر نہیں۔ اپنے مقاصد اور اپنی خصلت کے اعتبار سے جاگیردار اور قادیانی دونوں ایک ہیں۔ دونوں ہی انگریز کا خود کاشتہ پودا ہیں۔ دونوں انسانیت کے نام پر دیوی اور بے غیرتی کا سیاہ داغ ہیں۔ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ دونوں ایک ہی طاقت کے دو رخ ہیں۔ جس طاقت کے خلاف احرار پچھلی پون صدی سے نبرد آزما ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں گروہ احرار کو کبھی معاف نہیں کر سکتے۔ ان کی مخالفت ہی احرار کا توشۂ آخرت اور ذریعۂ نجات ہے احرار کو اس بات پر فخر ہے کہ انگریز کے ان دونوں گماشتوں یعنی جاگیرداروں اور قادیانیوں کے دل میں احرار کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں۔ انہوں نے احرار کا راستہ روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی لیکن احرار کا یہ قافلہ ان سے نہ رک سکا اور سوئے منزل بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

ہم نے لہو کو اپنے فضا میں اچھال کے
لکھے ہیں تذکرے دلِ وقفِ ملال کے
تھے آشنا جنوں سے رکتے بھلا کہاں
لگتے رہے گو زخم زمانے کی چال کے

(مصنف)

احرار نے اپنے آغازِ سفر ہی میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ ہم ہندوستان کی آزادی کی کوشش اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ غریبوں، مفلسوں، محنت کشوں، اور مظلوم انسانوں کی سرمایہ پرستوں کے چنگل سے آزادی کا بھی اہتمام ہو سکے۔ مولانا مظہر علی اظہرؒ نے ۱۱/۱۲/ جولائی ۱۹۳۱ء کو حبیبیہ ہال لاہور جماعتِ احرار کے پہلے باضابطہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے برملا اعلان کیا۔

''ہندوستان کے مدعیانِ قوم پرستی کو ابھی یہ سبق پڑھانے کی ضرورت ہے کہ دنیا امیروں کی جولانگاہ نہیں اس میں غریبوں کا بھی حصہ ہے۔ بلکہ اگر حق رائے دہی اور حکومت کی ضرورت ہے تو غریبوں کو۔ امیر تو خود اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اپنے لئے حفظانِ صحت کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن غریب ہی ہیں جنہیں نہ آج تک تعلیم دی گئی ہے نہ ان کیلئے حفظانِ صحت کا بندوبست کیا گیا ہے۔ نہ ان کی روز مرہ زندگی ہی انسانوں کی زندگی کہلا سکتی ہے۔ بلکہ امیروں کے کتے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں سے بہتر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اگر اسی نظامِ حکومت کو قائم رکھنا ہے۔ جو سرمایہ داری کی شان اپنے اندر رکھتا ہے اور غریب کو کچل کچل کر اپنے آپ کو مالا مال کرنے میں منہمک ہے تو برطانوی کارتوس اور بم کچھ عرصہ تک یقیناً غریبوں کو خاموش رکھ سکیں گے، اور ہندو سکھ سرمایہ پرستی اسی امید پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ مگر نوعِ انسانی کے غریب اور محنت کش افراد ہمیشہ کے لئے قعرِ مذلت میں نہیں رہ سکتے۔ اگر پنجاب میں غریب طبقہ کے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے تو باقی صوبوں میں غریب ہندوؤں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ قوم کے بہترین افراد کو جو شب و روز محنت کرتے ہیں۔ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے بھی اکثر محروم رکھے جاتے ہیں۔ جنہیں نہ گرمی میں شملہ، ڈلہوزی اور مری کی ٹھنڈی ہوائیں نصیب ہوتی ہیں۔ نہ بادِ باراں کے موسم میں کہیں سر چھپا کر بیٹھنے کی ہی توفیق ہوتی ہے۔ انہیں ہمیشہ اپنے اغراض کے لئے استعمال کرنا، انہیں شرف انسانیت سے محروم رکھنا ''احسن تقویم کی ہوئی دنیا کو اسفل سافلین'' میں اپنے طور پر مجبور کرنا بالآخر آج نہیں تو کل کے سرمایہ دار اور فوقیت یافتہ طبقہ کے لئے ہی نہ صرف خطرناک بلکہ مہلک ثابت ہوگا۔ آج وقت ہے کہ قوم کے ہر طبقہ کو فراخ حوصلگی سے مواقع ترقی دیئے جائیں۔ غریبوں، کمزوروں، جاہلوں بلکہ گناہ گاروں کی خبر گیری کی جائے تا کہ وہ آسانی سے خواص انسانی حاصل کر کے مادر وطن کے لئے زینت اور فخر کا باعث ہوں۔ لیکن اگر حکومت کی مشینری اس لئے چلائی جاتی ہے کہ غریب محنت کرے اور سرمایہ دار عیش اڑائے۔ مقروض کمائے اور قارض سب کچھ سود میں اڑا لے جائے۔ عوام الناس بیکار رہوں اور جرم و گناہ کی زندگی بسر کریں۔ اور امراء و رؤساء انہیں سزا دینا ہی اپنا فرض سمجھیں۔ ان کی مشکلات کو حل کرنے کی

سر دردی اپنے ذمے نہ لیں تو جماعتی جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہے گا۔

ہم اب بھی آزادی کے لئے تہہ دل سے کوشش کریں گے لیکن ہماری کوششیں غریبوں، مفلسوں، محنت کشوں، مظلوموں اور ستم رسیدوں کی آزادی اور خوش حالی کے لئے ہوں گی ہم نئی بادشاہتیں، نئے راج، نئی نوابیاں اور نئے سہوکارے دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتے ہم خود دولت اور امیری کے دلدادہ نہیں نہ آئندہ امیرانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس لئے جہاں ہم نے برطانوی ملوکیت اور سرمایہ داری کا ساتھ دینا ضعف ایمانی سمجھا ہے۔ اسی طرح ہندوستانی سرمایہ داری کے ہاتھ کھیلنا ہمارے نزدیک جائز ہیں۔ اگر ہمارے سرمایہ دار بھائی ہمیں اپنے پھندے میں پھنستا نہ دیکھ کر جوشِ غضب میں آئیں تو ہم مردانہ وار مسکرا کر اپنی راہ پر چلتے جائیں گے"۔

*پچھتر برس پہلے کے اس خطبے کے ایک ایک لفظ کا بڑے غور وفکر کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد احرار کی تحریک کا اگر غیر جانبداری سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے۔ کہ احرار کا سب سے بڑا قصور تحریک پاکستان کی مخالفت نہیں بلکہ معاشرے کے اندر رہنے والے غریب طبقہ کی بہتر زندگی کا مطالبہ ہے، جو سرمایہ داروں کو نہ قیام پاکستان سے پہلے قبول تھا اور نہ آج قبول ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے مسلم لیگ اور کانگریس، دونوں جماعتیں بنیادی طور پر سرمایہ پرستوں کی جماعتیں تھیں۔ جن کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا گیا تھا جس کا ایک ایک ذرہ سرمایہ داری کا مرہون منت تھا۔ کانگریس کو پہننے کے لئے آب و دانہ ''برلا'' اور ''ٹاٹا'' جیسے سیٹھوں سے میسر آتا تھا اور کانگریس کے پورے نظام پر پنڈتوں اور پروہتوں کا مکمل قبضہ تھا وہ کسی ایسے فرد کو آگے لانے کے لئے تیار نہ تھے جس کے تعلق کی ڈور غریب خاندان سے بندھی ہو۔ اسی طرح مسلم لیگ میں بھی بنیادی طور پر اسی قماش کے لوگ آگے تھے جن کا تعلق مجموعی طور پر سرمایہ پرستوں کی مکروہ جماعت سے تھا۔ جن کی قابلیت، اہلیت اور صلاحیت کا حدود اربعہ سرمائے کی حدود میں محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ غرضیکہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی خوشحالی کے تصور سے بھی بدکتی تھیں۔ دونوں دین اور مذہب کے حوالے سے تو جدا دین اور جدا مذہب کی جماعتیں تھیں لیکن اپنی فطرت، اور مکروہ مقاصد کے اعتبار سے ایک ہی گروہ کے دو حصے اور ایک ہی مسلک اور موقف کی حامل سیاسی جماعتیں تھیں۔ اور یہی حقیقت احرار کو وقت کے ساتھ ساتھ کانگریس اور مسلم لیگ سے بہت دور لے گئی۔ اگر چہ یہ دونوں جماعتیں احرار کے ایثار اور خلوص کی کمائی تو کھاتی رہیں۔ کانگریس آزادی کے محاذ پر احرار کی قوتِ کارکردگی کا ''سارا کریڈٹ'' وصول کرتی رہیں اور دینی محاذ پر احرار کی قوتِ کار کا سارا ''کریڈٹ'' مسلم لیگ وصول کرتی رہی۔ لیکن دونوں جماعتوں کو اس بات کا شدید احساس بھی تھا کہ احرار کا مزاج، احرار کا فکر، احرار کا نصب العین، احرار کا انداز کار ان دونوں کے لئے انتہائی خطرناک اور مہلک ہے۔ کانگریس نے تو ایک موقعہ پر اکابرین احرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور شیخ حسام الدینؒ سے صاف طور کہہ بھی دیا تھا اور کہنے والے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر راج گوپال اچاریہ تھے کہ

''مسلم لیگ سے تو ہماری لڑائی محض سیاسی حقوق کے تعین و تقسیم کی ہے اور اس کا بہر حال کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔ لیکن جمعیت العلماء اور مجلسِ احرار کی ہمنوائی ہمارے لئے سخت خطرناک ہوگی۔ یہ لوگ زندگی کے ہر پہلو میں ہم سے مختلف ہیں۔

ان کے لباس، ان کے عمل، ان کی زبان ان کی نظر غرضیکہ ہر چیز میں پاکستان موجود ہے۔ ان سے مصالحت کرنے کی بجائے ہم مسلم لیگ سے مصالحت کر لیں تو کہیں بہتر ہوگا۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ لیگ سے مفاہمت ہو گئی ''بوئے گل نالۂ دل'' دودِ چراغ محفل شورش کاشمری لاہور صفحہ 213،214 آج ہندوستان، پاکستان قائم ہوئے ترپن (۵۳) برس ہونے کو آئے ہیں۔ لیکن غریب نہ تو ہندوستان میں خوش ہیں اور نہ ہی پاکستان میں آسودہ حال۔ ان دونوں ملکوں کے اندر آج بھی وہی صورت حال ہے جو قیامِ پاکستان اور بھارت کے قیام سے پہلے تھی بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس سے بھی بدتر۔ کبھی کسی نہ سوچا کہ ایسا کیوں ہے محض اس لئے کہ دونوں ملکوں میں عنانِ حکومت مجموعی طور پر سرمایہ پرست لوگوں کے ہاتھ میں ہے دونوں ملکوں کے اندر نظریہ انفرادیت کے تحت سارا ''نظامِ حکومت'' چلتا ہے، اور جمہوریت اس نظریہ انفرادیت کے تحت قائم ہونے والے نظام کا لازمہ ہے جو کہنے کو عوام کی حکومت کہلاتی ہے لیکن دراصل سرمایہ داروں کے ہاتھ میں وہ تیغ کارزاری ہے جس کے ذریعے غریب اور مفلس انسانوں کی تمناؤں کا خون ہوتا ہے۔ یہ نظام حکومت انگریز کا عطا کردہ ایسا نظام حکومت ہے کہ جس میں غریب آدمی کی حالت نہ کبھی سدھری ہے نہ ہی اس کے سدھرنے کی کوئی توقع ہے۔ یہ ایک خوبصورت اور دل آویز دھوکا ہے جو برطانوی، شاطر جاتے ہوئے ہمیں ورثہ میں دے گئے ہیں۔ کہنے کو تو یہ عوام کی حکومت۔ عوام کے ذریعے عوام کی خاطر ہے لیکن جمہوریت کے اس سارے کھیل کو اگر بغور دیکھا جائے تو یہ سرمایہ داروں کی حکومت سرمایہ داروں کے ذریعے، سرمایہ داروں کے مفاد کیلئے قائم ہوتی ہے۔ احرار اس نظامِ حکومت کے اس لئے خلاف ہیں کہ اس نظام کے تحت نہ ہی تو غریب لوگوں کے مسائل کا حل ممکن ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کے قیام کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ خود پاکستان کے آئین میں خدا کی حاکمیت کا اعلان اس لئے بے اثر ہو کر رہ گیا ہے کہ آئین میں خدا کی حاکمیت عوامی نمائندوں کے ذریعے قائم کی جانے کی شرط موجود ہے۔ اب اگر عوامی نمائندوں کا اپنا کاروبارِ زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں تو وہ اپنے ملک پر خدا کی حاکمیت کیا قائم کریں گے۔ بقول امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ

''جو لوگ اپنی ڈھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے جن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، لین دین، وضع قطع، شکل و صورت، عادات و خصائل، غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ اور معاملات کا کوئی حصہ اسلام کے مطابق نہیں تو، ایک ملک پر اسلام کی حکومت کیسے قائم کر لیں گے۔ یہ ایک فریب ہے اور یہ فریب کھانے کو ہم لوگ تیار نہیں''

(تقریر اردو پارک دہلی اپریل ۱۹۴۶ء)

احرار اپنے یوم تاسیس سے لیکر آج تک اس بات پر بڑی شدت کے ساتھ قائم ہیں کہ ایسے نظامِ حکومت کی مخالفت اور تردید میں اپنا پورا زور لگا دیں گے۔ جس میں نہ ہی تو غریب لوگوں کے مفادات کا تحفظ ہے اور نہ ہی خدا کی حاکمیت کا کوئی تصور ابھرتا ہے اور اگر دیکھا جائے تو احرار، مسلم لیگ نزاع کا اصل سبب بھی احرار کا یہی سچا اور کھرا مؤقف ہے۔ جسے مسلم لیگ کا سرمایہ پرست مزاج قبول کرنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ سرمایہ پرستوں کے وارے نیارے اسی نظامِ جمہوریت کی وجہ سے ہیں۔ جس کے تحت امیر، امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جبکہ احرار اس بات پر سختی سے قائم ہیں کہ اسلام میں ملکیت اور سرمایہ

خدا کی انسان کے پاس امانت ہے۔ وسائل دولت پر نہ کسی فردِ واحد کو تصرف حاصل ہے اور نہ ہی کسی جماعت کو بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو۔ اسلام نے سیاست اور معیشت کے میدان میں واضح کا طور پر بنیادی اصولوں کی نشان دہی کر دی ہے۔ جس کے تحت سیاست میں حقیقی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اسی طرح وسائل معیشت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ علامہ اقبالؒ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوئے انقلاب"
وہ خدایا یہ زمین تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں، میری نہیں

ایک دوسری جگہ اسی موضوع کو اس طرح بیان کرتے ہیں

رزق خود را از زمیں بیرون روااست
ایں متاعِ بندہ وملکِ خدا است
بندہ مومن امیں، حق مالک است
غیر حق ہر شے کہ بنی ہالک است
باطن الارض للہ ظاہر است
ہر کہ ظاہر نہ بیند کافراست

دین اسلام محض معاشرتی زندگی یا انسان کی سیاسی زندگی کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام نہیں دیتا۔ بلکہ انسان کی اقتصادی زندگی میں بھی ایسے بنیادی اصول ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم نہ صرف اپنے اقتصادی حالات کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ بلکہ اپنی معاشرتی اور سیاسی زندگی کو بھی سنوار سکتے ہیں۔ اقتصادیات کتاب زندگی کا اہم باب ہے جو زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ہماری اخلاقی زندگی پر بھی اس کا شدید اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اقتصادیات کو نظر انداز کر کے زندگی کے کسی شعبہ میں بھی اطمینان حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

قیام پاکستان کا ایک عظیم مقصد مسلمانوں کی اقتصادی ترقی اور معاشی خوشحالی بھی ہے پاک وہند کے مسلمان جاگیردار اور ہندو بنئے کی معاشی گرفت میں جکڑے ہوئے تھے۔ (احرار نے اسی گرفت کو ڈھیلا کرنے کے لئے کپورتھلہ میں تحریک شروع کی

تھی)اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایک ایسی تحریک کا ساتھ دیا تھا جس کے نتیجے میں ایک ایسا معاشرہ قائم ہو سکے جسکی معاشی اور اقتصادی ترقی کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ترتیب دیا جائے۔ چنانچہ اسلام کے معاشی اصولوں کو عملی طور پر ایک خطہ زمین پر نافذ کر کے'' نظریہ انفرادیت'' اور'' نظریہ اشتراکیت'' کے علمبرداروں پر اسلام کے معاشی نظام کی عظمت قائم کرنا بھی پاکستان کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ احرار اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے کہ اسلام کے سیاسی نظام کی کامیابی کا انحصار بھی اسلام کے معاشی اصولوں پر عمل کرنے پر ہی ہے۔ اسلام کے معاشی اصولوں کو پسِ پشت ڈال کر یا انہیں فراموش کر کے اسلام کے سیاسی اصولوں کی بات کرنا دراصل اسلامی نظامِ حکومت (حکومت الٰہیہ) کو ناکام بنانے کی ناپاک کوشش ہے۔ جسکی مخالفت کرنا مجلس احرارِ اسلام اپنا دینی فریضہ سمجھتی ہے۔

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب'' دین اسلام'' میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت پر تنقید کرتے ہوئے اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

'' اسلام دنیا میں عادلانہ اور مساویانہ نظامِ حکومت پیش کرتا ہے۔ وہ سرمائے کو سوائے بیت المال کے اشخاص کے ہاتھ میں اکٹھا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس لئے سود کی حرمت اور جمع زر کی مذمت کرتا ہے۔ قرونِ اولیٰ میں اگر کوئی مسلمان امیر نظر آتا ہے تو وہ انگریزی زبان کے فقرے کے مطابق استثناء ہے جو عام قانون کو ہی ثابت کرتی ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سرمایہ داری آجکل کی سرمایہ داری کی طرح بے راہ رو سرمایہ داری نہ تھی۔ کیونکہ ان کی زندگی سرمایہ داری کے باوجود ایک عام عربی کی زندگی تھی انہوں نے خرچ میں کوئی امتیاز نہ رکھا تھا۔ وہ اس مال کا اپنے آپ کو امین سمجھتے تھے۔ اس لئے مجال ہے کہ کبھی اسراف کیا ہو اور دنیا کی زینت فراہم کرنے کے لئے خرچ اٹھایا ہو۔ ان کا مال سوائے جماعتی اور قومی کاموں کے کہیں خرچ نہ ہوتا تھا۔ مزدور کا پہلے خون نچوڑنا اور سود لینا، پھر اس کا ایک حصہ عوام پر خرچ کر کے مخیّر کہلانا مذموم فعل ہے۔ پہلے مزدوروں اور کسانوں کو بھوکا مرتے دیکھنا پھر مرنے پر کفن ڈالنا رحم دلی نہیں اپنے سرمائے کا بے وقت اظہار ہے۔ ایسی خیرات کو بند کرنے کے لئے بیت المال کو مضبوط کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ تاکہ ملک میں مساوات قائم کرنے کی باتیں مضبوط ہوں۔ اور حاجت مند بطور حق بیت المال سے مدد حاصل کریں۔

سونے کے گڑوے میں آبِ زم زم ڈال دیں۔ اگر پیندے میں چھید ہوگا تو پانی سارا بہہ جائے گا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اسلام چھدا ہوا برتن ہے اگر سونے چاندی کے پہاڑ بھی مسلمانوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو بھی وہ ایک دن افلاس کی موجودہ حالت کو پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ ان کا سارا لٹریچر زر کے لالچ سے بے نیاز ہونے کا درس دیتا ہے۔ اور عام مسلمانوں نے مذہب میں ان کی ہی لیڈری قبول کی ہے۔ جن کے گھروں میں چور دن کو بھی آ کر مایوس جاتے ہیں۔ جن کا بادشاہوں اور امیروں کے لٹریچر میں کہیں ذکر نہیں۔ ایسی تعلیم اور ماحول مسلمانوں کو بڑے بینکوں، انشورنس کمپنیوں کو چلا کر امیر بننے پر زور دینا، عربی پڑھا کر سنسکرت کے اعلیٰ امتحان میں کامیاب بنانے کی امید دلانا ہے۔

پختہ رائے یہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مسلمان ہمیشہ ہی بے آب طائر بے ہوا رہے گا۔ وہ صرف ایسے نظامِ حکومت میں آسودہ رہ سکتا ہے۔ جو کامل اقتصادی بنیادوں پر قائم ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے مکاشفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

''ایک دفعہ مجھے دربارِ اقدس میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ، موجودہ دور میں نظامِ حکومت کے بارے میں کیا ارشاد ہے فرمایا عادلانہ نظام قائم کرنے سے پہلے سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ انقلاب پیدا کر کے موجودہ تمام نظام ہائے حکومت کو درہم برہم کر دیا جائے''

روح کی رفعتوں سے ناواقف خواہ مکاشفات کا مذاق اڑائے، عقل تاریخی شہادت کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور مشورے کی امید نہیں رکھ سکتی۔ اگر چودہ سو سال پہلے غریبوں کو حکومت پر حاوی کرنے والا نبیؐ ہمارے درمیان آ جائے تو پھر یقیناً دنیا کے موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کو درہم برہم کرنے میں اپنی جوانی کی ساری بہاریں قربان کر دے اور تمام امور میں خلیفہ اور عمال حکومت اور رعایا کے حقوق یکساں کر دے۔ کیونکہ مساوی نظام کے بغیر عدل قائم ہی نہیں ہوسکتا۔ مگر اس نقطہ کو وہ نہیں سمجھ سکتے۔ جنہوں نے مفلسی کا بھیانک نظارہ اپنے گھر میں نہیں دیکھا۔ بھوک سے بے تاب بیوی کی بے بسی پر نگاہ نہیں کی۔ پس وہ عبادت کھرا سونا ہے جو دل میں مخلوقِ خدا کے لئے رحم پیدا کرے اور پھر خدمت کے لئے بے پناہ جذبے کی تحریک کرے۔ خدمت خلق اور رحم کی بہترین صورت عادلانہ اور مساویانہ نظام حکومت ہے دنیا کی صعوبتوں کا علاج، عبادت کا حاصل اور خدمتِ انسانی کی اجتماعی صورت کو سمجھ کر قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا نظام قائم کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ اس میں جو حصہ لے گا۔ اس کے لئے مال وجان کی جو قربانی کرے گا وہ خدا کا محبوب ہوگا۔

یاد رکھو! خودغرضی اور انانیت وہ شیطانی جذبات ہیں جو بدمعاشی کو قبول کرنے والے دلوں میں ہی پیدا نہیں ہوتے، بلکہ نیک آدمیوں کے قلعہ بند دلوں کو مسخر کر کے اندر آ گھستے ہیں۔ سرمایہ داری ان دونوں رذیل جذبوں کی پروردگار ہے۔ اس سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت ہے۔ اسکی صحیح صورت دنیا میں مساویانہ نظام ہے غیر مساویانہ یعنی سرمایہ دارانہ نظام میں شیطان جگہ جگہ دام فریب پھیلائے رکھتا ہے۔ اسلام مساوات کا پیغام ہے۔ غیر مساوی نظام اسلام سے کھلا جنگی اعلان ہے۔ اس لئے ہمارے مذہبی لٹریچر میں شہنشاہوں، سرمایہ داروں کی کوئی گنجائش نہیں۔ سرمایہ داری کی مذمت میں قرآن نے تکرار سے بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ مسلمان اس کی مضرت سے بے پرواہ ہے۔ آج ہم دنیا کو کس منہ سے یقین دلائیں کہ ہماری عبادت اور مذہبی رسومات کا مقصد دنیا میں امتیاز کو ختم کر کے نیکی کو شرف وسعادت کی بنیاد بنانا ہے۔ مالی، خاندانی، اور نسلی امتیازات شیطان کا فریب ہیں ان سے مسلمان کو بچانا جہادِ اکبر ہے''

(دین اسلام چوہدری افضل حقؒ ۲۰۴ سے ۲۰۷ تک)

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ کی اس تحریر کا ایک ایک حرف مجلس احرار اسلام کا فکری اثاثہ بھی ہے اور اس کا منشور بھی۔ یہ تحریر ہمارے موجودہ معاشرے کی بھی سو فی صد عکاسی کرتی ہے حالانکہ چوہدری صاحب قیام پاکستان سے بھی ایک عرصہ پہلے ۸ جنوری ۱۹۴۶ء کو اس جہاں سے رحلت فرما گئے تھے۔ اس تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل دل اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ جس کام کی بنیاد اسلام پر نہیں ہوگی۔ اس میں کیا کیا قباحتیں پیدا ہوں گی۔ پھر نظام سرمایہ داری انسان کے تمام اوصاف

چھین لیتا ہے۔ روپیہ اکٹھا کرنے کی دھن انسان کو، انسان نہیں رہنے دیتی، بلکہ حیوان بنادیتی ہے۔ بھلا ایسے افراد کی موجودگی میں معاشرے کے اندر کیا اسلامی خوبی پیدا ہوسکتی ہے۔ جہاں حرص وہوس کے بندے، غریب ونادار لوگوں کی جائز اور ضروری خواہشات پر اپنے اقتدار کا تخت بچھاتے ہوں اور اسے عوامی اور جمہوری حکومت کا نام دیتے ہوں اس سے بڑا فریب شاید تاریخ انسانیت میں کہیں ڈھونڈ ھنے سے بھی نہیں مل سکتا اور یہ سب کچھ نظامِ سرمایہ داری کا کارنامہ ہے جو قیام پاکستان سے لیکر آج تک بھارت اور پاکستان کے اندر بطور نظامِ حکومت جاری ہے۔ جسکی ذمہ داری اس دور کی بڑی سیاسی جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ پر عائد ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کا چرچہ تو بڑی شدت سے ہوتا ہے لیکن علامہ اقبال کے کلام اوران کے ان اشعار کا کیا جواب ہے، جو آج بھی پاکستان کی فضا میں ایک چیلنج بن کے گونج رہے ہیں

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
وہ حکمت ناز تھا جس پر خردمندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کار زاری ہے
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

دعائے صحت

☆ مجلس احرار اسلام مظفر گڑھ کے مخلص کارکن محترم خورشید احمد صاحب عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں اور نشتر ہسپتال میں زیر علاج ہیں

☆ ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم شیخ فضل الرحمٰن صاحب، مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس حافظ محمد علی کے والد شدید علیل ہیں

☆ مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے مخلص کارکن محترم مرزا غلام قادر صاحب کے ماموں مرزا غلام غوث صاحب (ملتان) علیل ہیں

☆ والدہ حافظ محمد ندیم قاسمی (پسرور) علیل ہیں اور ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں

احباب وقارئین ان کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں

اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے (آمین) ادارہ